© rasailojaraid.com

دنیا کی ہر تحریک اپنے علمبرداروں کے اندر ایک خاص طرز کا مزاج پیدا کرتی ہے۔ اسلام نے انسانوں کے اندر جو مزاج پیدا کیا ہے، تحمّل و بردباری، خدا ترسی و احساسِ ذمہ داری، حق و انصاف کی حمایت، امن پسندی، عفت و پاکدامنی اور انسانی جان اور عزت و آبرو کا احترام اس کے طبعی خواص ہیں۔ اس کے مقابلے میں لادینی تحریکات، سرمایہ داری، اشتراکیت اور جارحانہ قوم پرستی نے لوگوں کے ذہنوں کو ہمیشہ لوٹ کھسوٹ، تشدد اور سازش کے لیے تیار کیا ہے۔ ان لادینی نظریات کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی وجہ سے پورا ملک بڑی سرعت کے ساتھ تشدّد کی لپیٹ میں آ رہا ہے اور عوام خصوصاً نوجوان اس نہج پر سوچنے لگے ہیں کہ دنیا کا کوئی مسئلہ معقولیت، شائستگی اور افہام و تفہیم سے حل نہیں ہو سکتا، اسے حل کرنے کے لیے لازمی طور پر اندھی بہری قوت کا استعمال ہی ضروری ہے۔ یہ اندازِ فکر انسانی نقطۂ نظر سے جس قدر تباہ کن ہے اس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ انسان کا اجتماعی بقا خود اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ نسلِ انسانی کو بنیادی طور پر جن صفات سے متصف کیا گیا ہے ان میں محبت، باہمی تعاون، رحمدلی، امن پسندی اور ایک دوسرے کے لیے جذبۂ اخوت و خیر خواہی سب سے اہم صفات ہیں۔ اگر انسان ان صفات سے محروم ہو جائے تو اس کے لیے کسی معاشرے کے اندر رہنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔ جو لوگ آج تشدّد کے ذریعے ملک کے امن کو غارت کر کے اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ تشدد کی جس آگ کو بھڑکا کر اپنے مخالفین کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اس کے شعلوں کی لپیٹ سے وہ خود بھی کسی طرح بچ نہ سکیں گے۔ جس انسان کو ایک مرتبہ انسانی خون کی چاٹ پڑ جاتی ہے وہ اسے مشکل ہی سے چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے چاٹنے کے لیے دشمن کا خون نہ ملے تو پھر وہ دوستوں کے خون سے لذّت حاصل کرتا ہے۔ تاریخ کے بے شمار اوراق اس قسم کے عاقبت نااندیش رہنماؤں کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے اپنے مخالفین کو نیچا دکھانے کے لیے انسانوں کے ایک طبقے کے اندر تشدّد کے رجحانات کو ابھارا مگر بالآخر وہ خود بھی اسی جنون کا شکار ہوئے۔

جو لوگ تشدّد کو ہر دکھ کی دوا اور فتح و کامرانی کا مؤثر ہتھیار سمجھتے ہیں انہیں آگ لگانے سے پیشتر اس کے انجام پر پوری طرح غور کر لینا چاہیے اور اس امر کا اچھی طرح جائزہ لے لینا چاہیے کہ کیا وہ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعے اپنے کسی تعمیری منصوبے کی تکمیل کر سکیں گے ؟ محض آگ لگا دینا اور انسانوں کو انسانوں سے لڑا دینا تو کوئی مفید کام نہیں ہے۔ انسان کو کسی ضابطۂ اخلاق کا پابند بنانا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے اور اس کے لیے بڑی لمبی صبر آزما محنت اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، مگر اس کے جذبات کو مشتعل کر کے اسے درندوں کی سطح پر لے آنا کوئی مشکل کام نہیں سوچنا یہ چاہیے کہ جب انسان درندہ بن جائے تو اس سے کسی انسانی معاشرے کی تعمیر میں آخر کیا خدمت لی جا سکتی ہے ؟

اسلام نے انسانیت پر جو بے شمار احسانات کیے ہیں ان میں ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کے اندر علاقائی تعصبات، نسلی اور لسانی امتیازات اور رنگ اور وطن کے اختلافات مٹا کر عقیدے کی بنیاد پر انسان اور انسان کے مابین اخوت کا رشتہ اُستوار کیا۔ پاکستان کا وجود اسلام کے اس معجزانہ کارنامے کی شہادت فراہم کرتا ہے۔ مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والوں، مختلف بولیاں بولنے والوں اور مختلف علاقوں کے رہنے والوں نے رنگ، نسل اور زبان کے اختلافات کو یکسر نظر انداز کر کے اور علاقائی مفادات کو ٹھکرا کر یہ دعویٰ کیا کہ وہ توحید و رسالت کے اقرار کی بنا پر ایک ملت ہیں اس لیے انہیں ایک الگ خطۂ ارضی ملنا چاہیے جہاں وہ اسلام کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کر سکیں اسی کے نتیجے میں یہ مملکت وجود میں آئی۔ اب جو شخص علاقائی تعصبات کو اُبھارتا اور پاکستان کے وسیع تر مفادات کے بجائے کسی مخصوص علاقے کے مفادات کی آڑ میں اختلافات کو ہوا دیتا ہے وہ درحقیقت پاکستان کی بنیاد پر تیشہ چلاتا ہے۔ اگر ہمیں علاقائی تعصبات کو پال کر ایک دوسرے سے الگ ہونا بلکہ باہم دست و گریباں ہو جانا تھا تو پاکستان کے قیام اور اس مقصد کے حصول کے لیے آگ اور خون کے سمندر سے گزرنے کی آخر ضرورت کیا تھی ؟ ان تعصبات کو بڑی آسانی کے ساتھ متحدہ ہندوستان میں پالا جا سکتا تھا۔ اور ان مفادات کے لیے بغیر کسی دقت کے وہاں بھی جھگڑے کھڑے کیے جا سکتے تھے۔ کیا لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون، لاتعداد عفت مآب بیٹیوں کی عصمت کی بربادی اور بھارت میں رہنے والے کروڑوں مسلمانوں کی مظلومیت اور ان کے رُوح فرسا مصائب ان علاقائی رہنماؤں کی نظر میں محض کھیل تماشا

© rasailojaraid.com

کی حیثیت رکھتے تھے ؟ ہمیں ملی نقطۂ نظر سے سوچنے کے بجائے علاقائی مفادات کے تحت ہی سوچنا ہے تو پھر مال و جان کا یہ عظیم زیاں کس لیے کیا گیا ؟ آخر غور کیجیے کہ ہماری ان مجنونانہ حرکات سے ان روحوں پر کیا گزرتی ہو گی جنہیں تقسیمِ ملک اور اس کے بعد محض مسلمان اور تحریکِ پاکستان کا حامی ہونے کی وجہ سے ناقابلِ بیان مظالم کا تختۂ مشق بنایا گیا۔

ہم علاقائی مفادات کے مخالف نہیں بلکہ علاقائی تعصبات کے دشمن ہیں۔ ہم ظلم و ناانصافی کی ہر صورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس بات کے دل و جان سے قائل ہیں کہ پاکستان کے ہر علاقے اور ہر طبقے کو اس کے جائز حقوق ملیں اور اُن کے ساتھ جو بے انصافیاں ماضی میں ہوئی ہیں ان کا پوری طرح تدارک ہو۔ مگر ہم اس بات کو بالکل غلط بلکہ تباہ کُن سمجھتے ہیں کہ علاقائی مفادات کی آڑ میں علاقائی تعصبات کو ہوا دی جاتے اور ان عصبیتوں کو اُبھارا جائے جنہیں اسلام دنیا سے مٹانے آیا ہے۔ ہم اس چیز کو بھی منطقی اعتبار سے بالکل غلط سمجھتے ہیں کہ مختلف علاقوں کے مفادات پاکستان کے حصے بخرے کرنے ہی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پاکستان کی حیثیت جسم کی سی ہے اور اس کے اندر موجود علاقے اس کے مختلف اعضاء و جوارح ہیں۔ ہر عضو جسم سے پوری طرح پیوستہ رہ کر ہی مفید اور کارآمد ہو سکتا اور اپنے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے سکتا ہے۔ اگر اس کا تعلق جسم سے ٹوٹ جاتے تو وہ نہ صرف سراسر بیکار ہو جاتا ہے بلکہ تعفن کا شکار ہو کر مضرت رساں بن جاتا ہے۔ آخر یہ کیونکر فرض کر لیا گیا ہے کہ جب تک پاکستان کے حصے بخرے نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کے مختلف حصوں کو اپنے حقوق حاصل نہ ہو سکیں گے۔ دنیا میں اتحاد و اتفاق ہی قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے، مگر ہمارے ہاں بعض مفاد پرست انتشار میں قوم کی فلاح ڈھونڈ رہے ہیں۔ اگر ملک میں ایک ایسی نمائندہ حکومت بن جائے جو اسلامی تعلیمات کے نفاذ کے لیے کوشاں ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ تمام علاقے ایک دوسرے سے پوری طرح متحد رہ کر ایک دوسرے سے قوت و طاقت حاصل نہ کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کی یہ ایک عجیب و غریب عادت ہے کہ وہ خود جو چاہے کہتے رہیں لیکن اگر کوئی دوسرا کوئی معقول سے معقول بات بھی کرے تو وہ فوراً یہ دہائی دینا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھیے یہ لوگ ملک میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ ایک بالکل تازہ واقعہ سے آپ اس ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان نے اپنے منشور میں علاوہ اور بہت سی باتوں کے ایک یہ بات بھی بیان کی تھی کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کے قائل ہیں اُن کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے گا۔ اس شق کا چھپنا تھا کہ اس حلقے نے پورے ملک میں طوفان اٹھا دیا اور اس طرح واویلا کرنا شروع کیا کہ گویا آسمان ان پر گرنے والا ہے۔ پریس میں اس موضوع کو اچھالا گیا۔ دوسرے بے دین طبقوں کے ساتھ مل کر جماعت اسلامی کو جی بھر کر گالیاں دی گئیں۔ جماعت کی اس "جسارت" کو اربابِ اقتدار کے سامنے اس انداز سے پیش کیا گیا کہ یہ بات ملک کے لیے عظیم خطرہ ہے۔ لیکن رب العزت کی شانِ کریمی ملاحظہ ہو کہ جماعت اسلامی کی جس بات سے یہ لوگ اتنے برافروختہ ہوئے ہیں اس کا اظہار ان کی اپنی زبان اور قلم سے اکثر اوقات ہوتا رہتا ہے۔ یہ لوگ درحقیقت اپنے آپ کو اُمتِ مسلمہ سے الگ اُمت سمجھتے ہیں اور اس اُمت کے بارے میں وہ وہی جذبات و احساسات رکھتے ہیں جو ایک غیر مسلم قوم رکھتی ہے۔ آپ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء کے الفضل کا پہلا صفحہ ملاحظہ فرمائیں اور ذرا اس عبارت پر غور کریں:

> "اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ احمدیت دنیا کے دُور دراز کناروں
> تک پہنچے گی اور ایک وقت آئے گا کہ احمدیوں کی اکثریت ہوگی
> اور باقی مسلمان اقلیت بن جائیں گے۔"

ہم اس اقتباس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ اسے ہر شخص اس کے پورے مضمرات کے ساتھ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس گروہ کو اس امر کی پوری آزادی ہے کہ وہ جو چاہے کہتا رہے اور اس پر قطعاً کوئی گرفت نہ کی جائے اور اگر ہم کوئی بات کہہ دیں تو وہ قابلِ گرفت ہو؟ کیا ہم وہی بات نہیں کہہ رہے ہیں جس کا اظہار خود ان کی اپنی زبان سے

© rasailojaraid.com